AL-QALAM القلم
ISSN 2071-8683 E-ISSN 2707-0077
Volume 25, Issue, 1, 2020
Published by Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

رخصتِ شرعی۔ قواعدِ فقہیہ کی روشنی میں

Legal permission in the light of principles of sharia

***Kashif Bilal**
****Dr.Muhammad Ijaz**
*PhD Scholar, Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University, Lahore
**Professor, Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University, Lahore

Abstract

Islam is a way of life that promotes ease and not difficulty. There are numerous Aayaat and Ahadith that attests to this.The Quran reads:"Allah does not charge a soul except its capacity"(Baqarah:286).Thus the Prophet Muhammad (sal allah alihi wsalam) said:"Surely the Deen (of Islam) is easy"(Bukhaari).If a person is unable to carry out what the Sharee'ah (Islamic Law) expects of him/her, due to illness, injury,traveling, ignorance, or even old age, then the law grants a concession. There are certain principles based on Qur'aan and Sunan. That promotes the easiness and leniency of Islam and its Sharee'ah. One such principle is as follows: "Difficulty warrants ease"The above principle means that if difficulty exists then the law grants easiness in the form of a concession. An example of this principle is, if a person is on travel the Sharee'ah allows that person to shorten his/her prayers or if the same person is fasting, he/she is allowed to break fast. The allowance is given mainly because the law recognizes the hardships/difficulties in travel and therefore wants to facilitate ease in worship. Concessions (rukhsah) in Islam are allowed to lighten 'ibaadaat (acts of worship), mu'aamalaat (transactional relationships), and other matters.Zarurah (necessity) and Hajah (need) is also the Maqasid al-Shariah protection tools in Islamic law. Salam, Istisna, Muzarbah etc contracts were considered permitted to remove the hardships from people.

Keywords: Rukhsah (Concession), Azeemat (Expedition), Hajah (Need), Takhfeef (Ease), Tashdeed (Hardship)

اسلام دین فطرت ہے اور رب العالمین کا عطا کردہ ایسا ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے، اس میں انسانی مزاج، خواہشات اور ضرورتوں کی پوری پوری رعایت رکھی گئی ہے، تاکہ کائناتِ انسانی کے باشندے اس کی روشنی میں اپنی زندگی ہنسی خوشی اعتدال کے ساتھ گزار سکیں، اور قوانین الٰہی پر عمل پیرا ہونے میں کوئی دشواری محسوس نہ کریں۔ رخصت قرآن، حدیث اور آثار صحابہؓ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر آسانی چاہتا ہوں اور اپنے بندوں کو مشکل میں دیکھنا نہیں چاہتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ

بِكُمُ الْعُسْرَ(1) ''اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا۔'' یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالی کا منشا آسانی و سہولت اور لوگوں پر نرمی کرنا اور تنگی و شدت کو ختم کرنا ہے۔اس آیت میں ان الفاظ سے قبل مریض و مسافر کو دوسرے ایام میں روزے رکھنے کا حکم دے کر فرمایا کہ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا۔ قوانین میں جس قدر تنگی اور دشواری ہو گی اسی قدر تکلیف بھی زیادہ ہو گی۔اللہ تعالی کا مقصد اپنے بندوں کو سہولت پہنچانا اور ان سے نرمی کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حرج میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔ چناچہ فرمان الٰہی ہے:مَايُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ(2) ''اللہ تعالی تم پر تنگی نہیں کرنا چاہتا''۔آپ ﷺ نے فرمایا: **يسرا و لا تعسرا و بشرا ولا تنفرا**(3) ''آسانی کرو مشکل نہ کرو، خوشخبری دو متنفر نہ کرو''۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب بھی آپ ﷺ کو دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے آسان کام کو اختیار فرمایا، جب تک کہ اس میں گناہ کی کوئی بات نہ ہو۔**ما خير رسول اللهﷺ بين امرين الا اخذ ايسرهما ما لم يكن اثما**(4) صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال اور اعمال سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے مزاج میں یسر و سہولت کا پہلو نمایاں تھا اور وہ تکلف کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم عمر بن خطابؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ **نهينا عن التكلف**(5) ''ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے''۔

رخصت کا مفہوم

رخصت کا معنٰی ہے کسی کام میں سہولت اور آسانی پیدا کرنا یا مشکل کام سے آسان کام کی طرف منتقل ہونا۔اصطلاح میں شریعت کی طرف سے کسی قابل اعتبار مشقت کی موجودگی میں حکم اصلی میں دی جانے والی تخفیف کا نام ''رخصت'' ہے۔بعض اوقات مکلف کے لیے تکلیف اس درجہ کی ہوتی ہے کہ جس کو بغیر مشقت کے ادا نہیں کیا جا سکتا تو اللہ رب العزت کی ذات اسکو اس معاملے میں رخصت دے دیتی ہے جس کا شریعت نے اس سے مطالبہ کیا ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر کسی امر کے حرام ہونے کے باوجود کسی عذر کی وجہ سے مکلف کو اس کی اجازت دینا ''رخصت'' کہلاتا ہے۔

نظام الدین الشاشیؒ(325ھ) نے ''رخصت'' کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :**اما الرخصة فعبارة عن اليسر والسهولة، وفى الشرع صرف الأمر من عسرالى يسر بواسطة عذرفى**

المكلّف(6)''رخصت آسانی اور سہولت کا نام ہے۔شریعت میں کسی کام کو تنگی سے آسانی کی طرف پھیرنا جبکہ مکلف میں عذر بھی ہو۔''

علامہ آمدی(631ھ)نے ''رخصت'' کی دو تعریفیں کی ہیں:**الرخصة ما ابيح فعله مع كونه حراما**''حرام ہونے کے باوجود جس فعل کا کرنا مباح وہ رخصت ہے''۔اور**الرخصة ما جاز فعله لعذر مع قيام السبب المحرم**(7)''عذر کی وجہ سے جس کام کا کرنا جائز ہو باوجود حرمت کے سبب کے وہ رخصت ہے''۔

رخصت کے مقابلے میں ''عزیمت'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔عزیمت ''عزم'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے کسی معاملہ میں انتھک کوشش کرنا۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے:**فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا**(8)اسی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کو قلبی پختگی کی وجہ سے ''اولوالعزم'' کہا گیا۔جیسا کہ نوح،ابراہیم،موسیٰ،عیسیٰ علیہم السلام اور محمد ﷺ کے بارے میں ارشادِ باری تعالی ہے:**أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ**(9) یہ رخصت کے بالمقابل ہے اور دونوں ایک ساتھ حکم شرعی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔مکلف ہونا جس طرح رخصت میں ہے،عزیمت میں بدرجہ اتم ہے۔عزیمت میں بندوں پر اللہ تعالی کا حق ہے اور رخصت میں اللہ تعالی کا لطف و کرم۔

رخصت کی اقسام

رخصت کی مختلف اعتبار سے مختلف اقسام ہیں۔مشروعیت کے اعتبار سے ابتدائی طور پر رخصتیں کی ہیں:

1۔وہ رخصتیں جو محض آسانی کے لیے شریعت نے مقرر کی ہیں جیسے قرض،اجارہ،اعارہ،وکالت،ودیعت،شرکت، مضاربت،مساقات،مزارعت،حوالہ ،رہن، بیع سلم اور بیع الوفاء وغیرہ

2۔ وہ رخصتیں جو عوارضات کے عارض ہونے پر عذر تصور کرتے ہوئے جائز کی گئی ہیں۔(10)

جہاں کسی تخفیفی صورت پر رخصت کا اطلاق ہوگا یہی دوسری قسم مراد ہوگی۔عوارض دو قسم کے ہیں:

1۔عوارضِ سماویہ: جیسے بچپن،دیوانگی،پاگل پن،بھول،نیند،مرگی،بیہوشی،مرض،موت وغیرہ

2۔عوارضِ مکتسبہ: جیسے جہل،کم عقلی،سفر،خطا وغیرہ(11)

تخفیف کے اعتبار سے رخصت کے مختلف مراتب ہیں جن کے ذریعے اس بات کو متعین کیا جاتا ہے کہ کس چیز میں تخفیف ہوگی اور کس حد تک ہوگی؟ائمہ اصول میں عزالدین عبد السلامؒ(660ھ)کے نزدیک چھ (12)جبکہ جلال الدین السیوطی الشافعیؒ(911ھ)،(13)ابن نجیم الحنفیؒ(970ھ)،(14) اور دیگر ائمہ کے نزدیک

تخفیفات سات قسم پر ہیں۔اور وہ یہ ہیں: تخفیفِ اسقاط، تخفیفِ تنقیص، تخفیفِ ابدال، تخفیفِ تقدیم، تخفیفِ تاخیر، تخفیفِ ترخیص، تخفیفِ تغییر۔

اسباب کے اعتبار سے رخصت کی تقسیم کی جاتی ہے۔ان اسباب میں بالترتیب سفر، مرض، اکراہ، نسیان، جہل، عموم بلوی اور نقص وغیرہ قابل ذکر ہیں۔یہ تقسیم اصولِ رخصت کو زیادہ منضبط کرنے والی اور اس کی جزئیات کو زیادہ جمع کرنے والی سمجھی جاتی ہے۔علامہ بزدویؒ (482ھ) نے عوارضِ مکتسبۃ کے عنوان سے ان اسباب کا ذکر کیا ہے جو انسان خود پیدا کرتا ہے یا غیر کی طرف سے اس پر لاحق کیے جاتے ہیں۔ (15)علامہ سیوطیؒ (911ھ) اور ابن نجیم الحنفیؒ (970ھ) نے سفر، مرض، اکراہ، نسیان، جہل، عسر و عموم البلوی اور نقص کو رخصت کا سبب قرار دیا ہے۔(16)جدید محققین اضطرار، جنون، نقصِ طبعی، نیند، صغر سنی(کم عمری)، افلاس، موسمی حالات، حرج و مشقت، بھوک و پیاس، کسی چیز کی نایابی، حاجت، خوف، ضرر، عادت اور تادیب کو بھی رخصت کا سبب قرار دیتے ہیں۔(17)

رخصت کے قواعد فقہیہ

قاعدہ کا لغوی معنی ''بنیاد'' ہے۔ہودۃ کے نیچے لگائی جانے والی لکڑیوں کو بھی ''قواعد'' کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی ''ہودۃ'' کے لیے بمنزلہ بنیاد کے ہوتی ہیں۔قرآن کریم میں ''قاعدہ'' کا لفظ ''بنیاد'' ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔اصول فقہ میں قواعد کلیہ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔بعض قواعد وہ ہیں جو اکثریتی نوعیت کے ہیں اور اکثر صورتوں میں اساسی حیثیت کے حامل ہیں جبکہ بعض قواعد فروعی حیثیت سے اپنی جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں۔اس اعتبار سے قواعد دو قسم پر ہیں:

1۔اساسی قواعد: وہ قواعد جن میں عمومیت اور وسعت ہے اور وہ بہت سے دوسرے قواعد کو بھی شامل ہیں۔شوافع کے ہاں ایسے قواعد پانچ ہیں: **الاموربمقاصدها۔اليقين لا يزول بالشک۔المشقة تجلب التيسير۔الضرر يزال۔العادةمحكمة**۔ جبکہ احناف کے ہاں ان کی تعداد چھ ہے اور چھٹا قاعدہ **لا ثواب الا بالنية** ہے۔(18)

2۔فروعی قواعد: مندرجہ بالا قواعد کے علاوہ تمام قواعد فروعی قواعد ہیں، اگرچہ ان کے ذیل میں بھی متعدد قواعد آتے ہیں لیکن ان کے اندر ایسی وسعت و عمومیت نہیں جو ان اساسی قواعد میں ہے۔

انہی اساسی وفروعی قواعد میں سے ''رخصت'' سے متعلقہ چند قواعد اور ان کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے تاکہ اس بات کا اندازہ کیا جاسکے کہ شرعی رخصت کی تعیین میں قواعد فقہیہ کی کتنی اہمیت اور فقہاء نے کس قدر جاں فشانی سے ان قواعد کو مرتب کیا ہے۔

پہلا قاعدہ: الرخصة عند تحقق الضرورة(19)''رخصت ضرورت کے وقت متحقق ہوگی''۔

ضرورت سے مراد اضطراری کیفیت ہے، مضطر کو اس وقت تک فعلِ رخصت کی اجازت نہ وہ گی جب تک کہ قتل یا قریب القتل کا خوف نہ ہو۔ ہر ضرورت حرام کام کے جواز کی دلیل نہ ہوگی۔ بعض حرام کام جو حقوق العباد سے متعلق ہیں جیسے مسلمان کا قتل کرنا، زنا کرنا یا والدین کو مارنا وغیرہ ضرورت کے باوجود جائز نہ ہوں گے۔ جیسے بھوک کی صورت میں اگر مردار کے سوا کوئی چیز کھانے کے لیے دستیاب نہ ہو اور پاکیزہ کھانا ملنے کی امید ہو تو محض بھوک کی بنیاد پر ضرورت متحقق نہ ہوگی اور مردار کھانے کی رخصت نہ ہوگی جب تک کہ نفس کی ہلاکت کا خوف نہ ہو۔

دوسرا قاعدہ: الرخصة لمعنى خاص لا تثبت مع عدمه(20)''کسی خاص کام کی رخصت اس کام کے علاوہ میں ثابت نہ ہوگی''۔اس کا مطلب یہ ہے کہ رخصت کی مشروعیت مخصوص نوعیت کی حامل ہوتی ہے، اس تخصیص کی وجہ سے رخصت صرف اسی خاص معاملہ میں متحقق ہوگی اور جب وہ معاملہ ختم ہو جائے گا تو رخصت بھی ختم ہو جائے گی۔ جیسے قصر نماز سفر میں رخصت ہے، سفر ختم ہونے پر قصر کا حکم بھی ختم ہو جائے گا۔ عورت کے لیے طبیبہ (لیڈی ڈاکٹر) کی عدم دستیابی میں طبیب (مرد ڈاکٹر) سے علاج کرانے کی رخصت ہے لیکن جب طبیبہ میسر آجائے تو رخصت ختم ہو جائے گی۔

تیسرا قاعدہ: الرخص لا تناط بالمعاصی(21)''گناہ کے کام میں رخصت کی اجازت نہ ہوگی''۔

مترادف الفاظ: العصيان هل ينافي الترخيص، أم لا؟-هل تبطل المعصية الترخيص، أم لا؟الرخص لا تستباح با المعاصی(22)اس قاعدہ کے مضمون میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ گنہگار کو گناہ والے کام میں رخصت کا حق ہوگا یا نہیں؟ شوافع اور حنابلہ کے ہاں رخصت کا حق نہیں ہوگا کیونکہ رخصت اللہ کی طرف سے بندوں پر احسان ہے اور گنہگار اس احسان کا مستحق نہیں بلکہ سزا کا مستحق ہے۔ ان کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ (23) مطلب یہ کہ مضطر کو رخصت صرف اس شرط کے ساتھ ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر مضطر گناہ کرنے والا اور حد سے تجاوز کرنے والا ہے تو رخصت کا مستحق نہ ہوگا۔ حنفیہ کا کہنا ہے کہ رخصت کی مشروعیت عام ہے عاصی و مطیع کا فرق نہیں ہے اس لیے گناہ

کے کام کرنے والے کو بھی رخصت کا حق ہو گا۔ان کی دلیل یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ (24) اس آیت میں سفر کی کوئی قید نہیں کہ سفر معصیت کا ہو یا اطاعت کا، علی الاطلاق تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔

چوتھا قاعدہ: **الرخص لا تناط بالشک**(25)''شک کی صورت میں رخصت کی اجازت نہ ہو گی''۔

یہ قاعدہ سابقہ قاعدہ کی وضاحت ہے کہ شک کی وجہ سے ضرورت اور سبب کے باوجود رخصت نہ ہو گی، بلکہ شک کو یقین سے بدلا جائے گا، جب تک یقین نہ ہو جائے رخصت کا اطلاق نہ ہو گا۔ جیسے پاؤں پر مسح کرنے میں شک ہو جائے کہ مسح کرنا ہے یا دھونا ہے، ایسی صورت میں پاؤں کا دھونا واجب ہو گا، شک کی وجہ سے مسح کی رخصت پر عمل جائز نہ ہو گا۔ مسافر کو سفر کی مسافت وغیرہ میں شک ہو جائے کہ اس پر قصر ہے یا پوری ادا کرنی ہی تو ایسی صورت میں پوری نماز ادا کرنی ہو گی، شک کی وجہ سے قصر کی رخصت پر عمل جائز نہ ہو گا۔

پانچواں قاعدہ: **الرخصة فی الاقدام علی ما لا یحل بسبب الاکراہ لا تکونالا عند تحقق خوف الهلاک** (26)''اکراہ کی وجہ سے حرام کام کے کرنے کی اس وقت تک رخصت نہ ہو گی جب تک کہ (اس اکراہ کی وجہ سے) ہلاکت کا خوف ثابت نہ ہو جائے''۔اکراہ ''رخصت'' کا سبب ہے لیکن ہر اکراہ کی وجہ سے رخصت متحقق نہ ہو گی۔ وہ اکراہ کہ جس سے ہلاکت یا عضو کے کاٹے جانے کا خوف ہو تب ''رخصت'' دی جائے گی۔ **اکراہ کی دو قسمیں ہیں:**

1۔**اکراہِ ملجئ یا اکراہِ تام**: کسی شخص کو جان سے مارنے یا عضو تلف کرنے کی دھمکی دینا اور وہ اپنا دفاع کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

2۔**اکراہِ غیر ملجئ یا اکراہِ ناقص**: جان سے مارنے یا عضو تلف کرنے کی دھمکی نہ ہو البتہ لمبا عرصہ قید کرنے یا سخت مار مارنے کی دھمکی دینا۔(27)

چھٹا قاعدہ: **المشقة تجلب التیسیر**(28)''مشقت آسانی کو لاتی ہے''۔یہ قاعدہ شریعت اسلامی کے بنیادی قواعد میں سے ایک ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ شریعت کی تمام رخصتیں اور تخفیفات اس قاعدہ کی بنیاد پر نکلتی ہیں۔ مشقت کی موجبِ تخفیف ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے دو اقسام ہیں :

پہلی وہ مشقت جس سے کوئی عبادت خالی نہیں ہوتی، مثلاً سردی میں وضو کرنے کی مشقت، نہانے کی مشقت، سخت گرمی میں روزہ رکھنے کی مشقت، لمبا روزہ رکھنے کی مشقت، حج اور جہاد کے فرائض انجام دینے میں سفر کی

مشقت۔ دوسری وہ مشقت جس سے عبادات عموماً خالی ہوتی ہیں اور وہ کبھی کبھار پیش آتی ہے۔ایسی مشقت کے تین درجات ہیں :

1۔ بڑی مشقت: ایسی صورت جس میں جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا خوف ہو۔ایسی مشقت ہر حال میں موجبِ تخفیف ورخصت ہے کیونکہ انسانی جان کی حفاظت شریعت اسلامیہ کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ اسے خطرہ میں ڈال کر شریعت کسی ایسی عبادت پر عمل درآمد نہیں کرانا چاہتی جس کو ملتوی کیا جاسکتا ہو اور بعد میں بھی اس پر عمل درآمد ہو سکتا ہو۔

2۔ معمولی مشقت: کسی کے سر میں معمولی درد ہے یا انگلی میں معمولی چبھن ہے تو اس سے نماز، روزہ اور دوسری عبادات کی انجام دہی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ایسی مشقت کسی تخفیف یا رخصت کا موجب نہیں ہوتی۔

3۔ درمیانے درجے کی مشقت: اس کا تعین ہر شخص خوف خدا اور دیانت داری سے خود کرے گا۔ اگر وہ بڑی مشقت سے قریب تر ہے تو اس کا حکم بڑی مشقت کے مطابق ہوتا ہے اور اگر وہ معمولی مشقت سے قریب تر ہے تو معمولی مشقت کا حکم اس پر جاری ہوتا ہے۔(29)

ساتواں قاعدہ: الضرر يزال(30)"ضرر کو دور کیا جائے گا"۔ مطلب یہ کہ ضرر کو ختم کیا جائے گا کیونکہ یہی شریعت کا مقصود ہے۔یہ قاعدہ بعینہ حدیثِ پاک کے الفاظ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے جامع کلمات میں سے ایک جامع کلمہ ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: **لا ضرر و لا ضرار**(31)"نہ تو خود ضرر اٹھانا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو ضرر پہنچانا ہے۔" جیسے مضطر کے لیے دوسرے مضطر کا کھانا کھانا جائز نہیں، بیٹے یا غلام کو قتل کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اپنے جسم کا گوشت کاٹنا جائز ہے۔اس قاعدے کی متعدد فروعات ہیں: **الضرر لا يزال بالضرر۔لاضرر ولاضرار۔يتحمل الضررالخاص لأجل دفع الضررالعام۔ الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف۔ الضررلايكون قديمًا۔الضرر يدفع بقدر الامكان** (32)

آٹھواں قاعدہ: إذا ضاق الأمراتسع(33)"جب معاملے میں تنگی ہو تو وسعت نکل آتی ہے"۔یہ قاعدہ "**المشقة تجلب التيسير**" کی فرع ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ جب کسی کام میں تنگی پیدا ہو تو اس میں وسعت کا پہلو نکلتا ہے۔ اس قاعدہ کا عکس بھی ہے "**اذا اتسع الأمر ضاق**"(34)"جب معاملات میں وسعت آجائے تو تنگی کا پہلو نکلتا ہے"۔ بعض نے دونوں قاعدوں کو اس طرح جمع کیا کہ: "**كل ماتجاوزعن حده انعكس الى ضده**"۔"اور کوئی بھی چیز جب اپنی حد سے تجاوز کرے تو اسے اس کی ضد کی طرف پھیر دیا جائے

گا"۔ اور **وضعت الأشياء فی الأصول علی انها اذا ضاقت اتسعت واذا اتسعت ضاقت۔** "اصولی طور پر چیزوں کی وضع اس بات پر ہے کہ جب تنگی آئے تو وسعت پیدا ہو جائے اور جب وسعت آئے تو تنگی پیدا کر لی جائے"۔ جیسے امام شافعیؒ سے مختلف اوقات میں تین سوالات پوچھے گئے جن کا جواب دیتے ہوئے آپ نے اس قاعدے کو بطور دلیل پیش کیا۔ ایک مرتبہ امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ ایسی عورت جس کا ولی سفر میں مفقود ہو جائے تو اس کے لیے کسی قابل اعتبار شخص کو اپنا وکیل بنانا جائز ہے اس پر جب آپ سے دلیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: **إذا ضاق الامر اتسع۔** اسی طرح آپ سے ایسے برتن کے حوالے سے پوچھا گیا جس کو سرجین سے محفوظ رکھنا ممکن نہ ہو کہ کیا اس میں سے وضو کرنا جائز ہے تو آپ نے وہی جواب دیا۔ پھر ایک مرتبہ آپ سے نجس مقامات پر بیٹھنے والے مکھی کے حوالے سے پوچھا گیا تو آپ نے اس کی نجاست کے حوالے سے بھی اسی قاعدے کو پیش کیا۔(35)

نواں قاعدہ: الضروريات تبيح المحظورات (36)"ضروریات ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں"۔

مترادف الفاظ: يجوز فی الضرورة مالا يجوز فی غيرها(37)اس کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ چیز جس کو مباح کیا جا رہا ہے اس سے نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ شافعی فقہاء نے اس قاعدہ میں **"بشرط عدم نقصانها عنها"**(38) کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ یعنی ضرورت کی حالت میں ناجائز چیز جائز ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ ضرورت درجہ اور اہمیت میں ان ناجائز چیزوں سے کم نہ ہو بلکہ ان سے بڑھ کر ہو۔ جیسے سخت بھوک کے باعث مردار کھانا، شراب کے ذریعے کھانے کے لقمے کو نگلنا، مجبور کئے جانے پر کلمہ کفر کہنا۔

دسواں قاعدہ: ما ابيح للضرورة يقدر بقدرها(39)"ضرورت کی وجہ سے مباح ہونے والی چیز بقدرِ ضرورت مباح ہوتی ہے"۔ اس قاعدہ میں رخصت والی چیز کی مقدار بتائی گئی ہے کہ جو چیز ضرورت کی وجہ سے مباح ہو اور اس کے استعمال کی رخصت دی جائے تو وہ صرف بقدرِ ضرورت ہی مباح ہوتی ہے۔ اس مقدار سے زیادہ حرام کا ارتکاب بدستور حرام رہتا ہے۔ جوں ہی یہ ضرورت زائل ہوتی ہے وہ چیز فوراً حرام ہو جاتی ہے۔ جیسے اگر کسی شخص کو سخت بھوک یا موت کے ڈر کی وجہ سے مردار کھانا پڑ جائے تو صرف اتنا ہی کھانے کی اجازت ہو گی جس سے وہ زندہ رہ سکے اس سے زیادہ یعنی سیر ہو کر کھانے کی اجازت نہ ہو گی۔ اس قاعدہ کے مترادف الفاظ ہیں: **الا تكون الاباحةفی ثابت المنع عند الحاجة اليه الا علی قدر المبيح** (40)

گیارھواں قاعدہ: المیسور لا یسقط با المعسور(41)" جس پر قدرت ہو وہ ساقط نہیں ہوتا اس کی وجہ سے جس پر قدرت نہ ہوتی"۔اس قاعدہ میں غیر مقدور حصہ کی رخصت کی نفی کی گئی ہے۔ مطلب یہ کہ امورِ دین میں سے کوئی بھی امر جس کا کسی شخص کو مکلف بنایا گیا ہوا گر یہ شخص اس کے بعض حصہ پر قادر ہو اور کسی عذر کی وجہ سے اس کے بعض حصہ پر قادر نہ ہو تو اس مکلف کو رخصت کا حق نہ ہو گا اور وہ امرِ دین اس مکلف سے غیر مقدور حصہ کی وجہ سے ساقط نہیں ہو گا۔ جیسے جس شخص پر نفقہ واجب ہو تو صرف اس کی اتنی مقدار ہی واجب ہو گی جس پر وہ قادر ہے اور جتنے حصے پر وہ قادر نہیں وہ ساقط ہو جائے گا۔ ستر ڈھانپنے میں جتنا کپڑا میسر ہے اتنے کا وہ مکلف ہو گا اور باقی ساقط ہو جائے گا۔ اس قاعدہ کے مترادف الفاظ ہیں: لا یسقط المیسور بالمعسور(42)البعض المقدور علیه هل یجب؟(43)

بارھواں قاعدہ: کل رخصة أبیحت للضرورة و الحاجة لم تستبح قبل وجودها(44)

" ہر وہ رخصت جو ضرورت و حاجت کی وجہ سے مباح ہوئی، ضرورت کے وجود سے قبل مباح نہ ہو گی"۔

اس قاعدہ میں رخصت کا ابتدائی وقت بتایا گیا ہے کہ ضرورت و حاجت کے وجود سے پہلے رخصت پر عمل جائز نہ ہو گا۔ کیونکہ رخصت اور تخفیف شرعی عذر اور ضرورت کی وجہ سے ہے جب تک وہ عذر اور ضرورت متحقق نہ رخصت کا اطلاق نہ ہو گا۔ جیسے تیمم کی رخصت پر عمل نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد ہو گا، نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے تیمم کی حاجت نہیں اس لیے تیمم کی اجازت بھی نہ ہو گی۔

تیرھواں قاعدہ: ما جاز لعذر بطل بزواله(45)" جو چیز عذر کی وجہ سے جائز ہو وہ اس عذر کے ختم ہونے سے باطل ہو جاتی ہے"۔اس قاعدہ میں رخصت کا انتہائی وقت بتایا گیا ہے کہ جو چیز عذر کی وجہ سے جائز ہو وہ اس عذر کے ختم ہونے سے باطل ہو جاتی ہے۔ جیسے نماز شروع کرنے سے پہلے پانی کے مل جانے پر تیمم باطل ہو جاتا ہے، اسی طرح فیصلہ ہونے سے پہلے اصل گواہ حاکم کے پاس آجانے پر مریض کی گواہی باطل ہو جاتی ہے۔

چودھواں قاعدہ: الرخصة هل تتعدی محلها الی مثل معناها، أو لا؟(46)

رخصت اپنے ہم مثل معنی کی طرف متعدی ہو گی یا نہیں؟"۔ شریعت نے جس کام میں رخصت دی ہے کیا اس کام کے ہم مثل و ہم معنی کام میں بھی رخصت متحقق ہو گی یا نہیں؟ کیونکہ رخصت ایک استثنائی صورت ہے اور استثناء پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔اس قاعدہ میں اس بات کی نشاندہی کرنے کے لیے سوالیہ انداز میں محققین پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ خود تحقیق سے اس کا فیصلہ کریں۔ راجح قول یہ ہے کہ جس رخصت پر نص موجود ہے اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے، وہ

ہم مثل ہے اور جس رخصت پر نص وارد نہیں ہوئی اس کی طرف رخصت متعدی نہیں ہوتی اور اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے ماں کو رضاعت میں بچے کے پیشاب کے معاملے میں مشقت کی وجہ سے رخصت حاصل ہے، اگر کوئی دوسری عورت اس بچے کو ماں کی غیر موجودگی میں دودھ پلائے تو اسے بھی یہ رخصت حاصل ہوگی۔ مرضعہ پر قیاس کرتے ہوئے جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والے پر بھی اس رخصت کا اطلاق ہوگا۔

پندرھواں قاعدہ:إذا تعارض مفسدتان روعی اعظمہما ضررا بارتکاب اخفہما(47)
جب دو مفسدات جمع ہو جائیں تو ان میں سے درجہ ضرر کا اعتبار کرتے ہوئے چھوٹے ضرر کا ارتکاب کرلیا جائیگا''۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دو ضرر آپس میں باہم متقابل آرہے ہوں تو ان میں سے کم تر کو اختیار کرلیا جائے گا۔علامہ سیوطیؒ نے اس قاعدے کو"**الضرر لایزال باالضرر**"کے تحت ذکر کیا ہے۔جیسے قاتل سے قصاص لینے میں تنگی ہے لیکن اگر اس پر عمل نہیں کرتے تو اس سے زیادہ نقصان کا اندیشہ ہے ایک تو مقتول اور اس کے وارثین کے ساتھ ظلم ہوگا اور دوسرا وہ شخص معاشرے کے لیے فساد کا باعث بنے گا اس لیے اس سے قصاص کے معاملے میں ہی بچت ہے۔ اس قاعدہ کے مترادف الفاظ ہیں: **یختار أھون الشرین أو اخف الضررین**(48)

سولھواں قاعدہ:یدخل القوی علی الضعیف،ولاعکس(49)''قوی (حکم) ضعیف پر داخل ہوگا،اس کا برعکس نہیں''۔ قوی سے مراد فرائض،واجبات اور حکم اصلی ہے،ضعیف سے مراد مندوب،مباح اور رخصت والے امور ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قوی حکم ضعیف پر داخل ہوگا،ضعیف قوی پر داخل نہیں ہو سکتا۔ جیسے حج کی نیت سے عمرہ ادا کیا جاسکتا ہے، عمرہ کی نیت سے حج ادا نہ ہوگا۔ باندی کی بہن سے نکاح کرلیا تو باندی سے وطی کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ بہن کا فراش قوی ہے اور باندی کا فراش ضعیف ہے۔ باندی سے وطی کی، پھر اس کی بہن سے نکاح کرلیا تو اب باندی حرام ہو جائے گی کیونکہ نکاح کا فراش،ملک کے فراش سے قوی ہے۔

سترھواں قاعدہ:درء المفاسد اولی من جلب المصالح(50)'' مفاسد کا دفع کرنا منفعت کے حصول سے اولی ہے ''۔جب مفاسد اور مصالح دونوں میں تعارض آجائے تو دفعِ مفاسد کو مقدم رکھا جائے گا۔کیونکہ اوامر پر عمل کرنے کی بجائے منہیات سے روکنا شریعت کو زیادہ محبوب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا :**فاذا نہیتکم عن شيء فاجتنبوہ واذا امرتکم بامر فأتوا منہ ما استطعتم** (51)'' پس جب میں تمہیں کسی کام سے منع کروں تو اس سے رک جایا کرو اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو اس کو حسبِ استطاعت بجالایا کرو

''۔ حضور ﷺ نے اوامر میں تو استطاعت کی بات کی مگر نواہی میں رخصت نہیں دی اور یہی سبب ہے کہ بعض واجبات کو ادنی سی مشقت کے باعث چھوڑنے کی رخصت ہے جیسے نماز کا قیام، روزہ اور طہارت وغیرہ جبکہ منہیات میں خصوصاً کبائر میں رخصت کا پہلو نہیں ہے۔ جیسے جب کسی عورت پر غسل فرض ہو اور اس کے لیے مردوں سے پردہ کر کے غسل کرنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو وہ نماز کو مؤخر کر دے کیونکہ بے پردگی کے مفاسد کا دفع کرنا نماز وقت پر ادا کرنے سے مقدم ہے۔ جھوٹ بولنا حرام ہے لیکن لوگوں کے درمیان صلح کرانے اور بیوی کی اصلاح کے لیے جائز ہے۔

اٹھارھواں قاعدہ:الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت او خاصة (52)

''حاجت چاہے عام ہو یا خاص وہ ضرورت کے درجے میں شمار ہوتی ہے''۔ حاجت اور ضرورت دو الگ الگ اصطلاحات ہیں، لیکن ایک دوسرے کی جگہ ان کا استعمال بکثرت ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ضرورت نہایت شدید امر کا نام ہے جس کے بغیر مقاصد شریعت (امور خمسہ) میں سے کسی کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو، جبکہ حاجت وہ ہے جسے پورا نہ کرنے سے تنگی، مشقت اور دقت تو پیدا ہو لیکن شریعت کے پانچ مقاصد میں سے کوئی مقصد کلی طور پر ضائع نہ ہو۔ **حاجت کی دو قسمیں ہیں:**

1۔حاجت عامہ: تمام لوگ اپنے عام مصالح سے تعلق رکھنے والی چیزوں میں جس کے محتاج ہوں۔ جیسے اجارہ، مضاربت، مساقاۃ، کفالہ، حوالہ اور دوسرے عقود وغیرہ۔

2۔حاجت خاصہ: یک فرد یا محدود تعداد میں افراد کو جس کی حاجت ہو۔ جیسے دار الحرب میں مال غنیمت سے کھانے کی حاجت، خارش یا کھجلی میں مرد کو ریشم پہننے کی حاجت، مشرکین کو غضب میں مبتلا کرنے کے لیے جنگی سامان سنوارنے کی حاجت، مجاہد کے لیے خضاب کا استعمال اور جنگ میں تکبرانہ چال چلنا وغیرہ۔(53)

انیسواں قاعدہ:الحدود تسقط بالشبهات (54)''شبہات کے باعث حدود ساقط ہو جاتی ہیں''۔

حدود کا نفاذ اہم ترین معاملہ ہے لیکن شک کی وجہ سے حدود کو ساقط کیا جائے گا تاکہ غلطی کے باعث کسی کو ناحق سزا نہ ملے۔ یہ قاعدہ بھی معاملات میں رخصت و تخفیف پر مبنی احکام پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس قاعدے کی بنیاد حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے۔ **ادرؤ الحدود عن المسلمين ما استطعتم** (55)''حدود کو ہٹانے میں جتنی استطاعت رکھتے ہو اس کو دفع کرو''۔ اس کی مثال جیسے اگر کسی آدمی نے کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائی جس کے خلاف چار آدمیوں نے زنا کی گواہی دی اور دوسرے چار نے اس کے کنواری ہونے کی گواہی دی تو زنا

والے چار گواہوں کے شبہ کی وجہ سے قاذف پر حد نہیں لگائی جائے گی اور کنواری والے چار گواہوں کی وجہ سے عورت پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ان تمام صورتوں میں شبہ کی وجہ سے حد جاری نہ ہو گی۔

بیسواں قاعدہ:ما جوز للحاجة لایجوز أخذ العوض علیه (56)''جو چیز حاجت کی وجہ سے جائز ہو اس پر معاوضہ وصول کرنا جائز نہیں''۔شرعی عذر کی وجہ سے مکلف کو جس چیز کی رخصت دی گئی ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کو کمائی کا ذریعہ بنالے اور معاوضہ وصول کرنا شروع کردے۔یہ قاعدہ علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ بعض مخصوص کاموں کے جواز کے ساتھ خاص ہے،اگر علی الاطلاق اس کی اجازت دے دی جائے تو بہت سے معاشرتی مسائل میں حرج واقع ہو گا۔جیسے گھر میں کتا رکھنا ممنوع ہے،البتہ حفاظت اور شکار کے لیے اجازت ہے،لیکن حفاظت اور شکار کے لیے رکھے کتے کو اجرت پر دے کر معاوضہ وصول کرنا جائز نہیں۔ھدی کے جانور پر سواری کرنا ممنوع ہے،البتہ حاجت کی وجہ سے رخصت ہے،لیکن ھدی کے جانور کو اجرت پر دوسروں کو دینا جائز نہیں۔

حاصل کلام

دین اسلام کا عمومی مزاج یسر وسہولت پر مبنی ہے،اسی وجہ سے باری تعالی نے انسان کو ایسے احکامات کا مکلف بنایا ہے جو حرج و مشقت سے پاک ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے آسانی والا معاملہ کرنے،خوشخبریاں دینے اور تنگی و مشقت کو دور کرنے کی تلقین فرمائی۔رخصت پر عمل کرنا ہر مکلف کا حق ہے اور وہ عند اللہ بھی محبوب ہے لیکن رخصتوں کو تلاش کرنا اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر رخصت پر مبنی باتوں کو فروغ دینا پسندیدہ نہیں ہے۔فقہاء واصولیین کے وضع کردہ قواعد سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شریعت اسلامیہ نے جس مشقت کو روکنے اور جس کی موجودگی میں تخفیف وسہولت دینے کا اہتمام کیا ہے،اس سے مراد وہ مشقت ہے جو نص شرعی سے متصادم نہ ہو اور معمول کی حدود سے باہر ہو۔جو مشقت اپنی عام،معقول اور معمول کی حدود کے اندر ہو اس میں تخفیف کی ضرورت نہیں ہوتی۔عام معمول کی مشقت وہ ہے جو عام انسان اپنی روزمرہ ضروریات پورا کرنے کے لیے عموماً برداشت کرتا یا کر سکتا ہے۔ایسی مشقت کو شریعت ختم کرنا چاہتی ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ شرعی واجبات و فرائض کی ادائیگی اور منہیات سے اجتناب میں ایسی عام قسم کی مشقت بھی نہ ہو۔نیز یہ کہ رخصت کا اطلاق مخصوص وجوہات اور اسباب کی بناپر بقدرِ ضرورت ہے۔جب وہ وجہ و سبب ختم ہو جاتا ہے تو اصل حکم لوٹ آتا ہے۔ضرورت کا ایک دائرہ کار ہے

اسی محدود دائرہ میں ضرورت کو پورا کرنا لازم ہے، ضرورت سے زائد، ضرورت کے وجود سے قبل اور ضرورت کے علاوہ میں رخصت پر عمل ناجائز ہے۔

مصادر و مراجع

1۔البقرۃ:185 2۔المائدۃ:6

3۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت، دار طوق النجاۃ، طبع اولی 1422ھ، 65/4

4۔ایضاً(کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ)، 189/4

5۔ایضاً، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنۃ، باب ما یکرہ من کثرۃ السؤال

6۔الشاشی، نظام الدین اسحاق بن ابراہیم، امام، أصول الشاشی، ملتان، مکتبہ شرکت علمیہ، ص105

7۔ آمدی، علی بن احمد، الاحکام فی اصول الاحکام، ریاض، دار الصمیعی، 1424ھ، 177176/1

8۔طہ:115 9۔الاحقاف:35

10۔اتاسی، محمد خالد، علامہ، شرح مجلہ الاحکام العدلیہ، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ص63

11۔ڈھلوں، عرفان خالد، ڈاکٹر، علم اصول فقہ، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، 2006ء، 401/2

12۔عزالدین، عبدالعزیز بن عبدالسلام، القواعد الکبری، دمشق، دارالقلم، طبع اولی، 1421ھ، 12/2

13۔سیوطی، جلال الدین، الاشباہ و النظائر، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، طبع اولی، 1403ھ، ص82

14۔ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ و النظائر، بیروت، دار الفکر، طبع اولی 1403ھ، ص92

15۔بزدوی، علی بن محمد، فخر الاسلام، کنز الوصول الی معرفۃ الاصول، کراچی، میر محمد کتب خانہ، ص338

16۔الاشباہ و النظائر للسیوطی، 8077؛الاشباہ و النظائر لابن نجیم، 9084

17۔عرفانی، عبدالمالک، ڈاکٹر، اسلامی نظریہ ضرورت، اسلام آباد، شریعۃ اکیڈمی، 2001ء، ص130

18۔الاشباہ والنظائر للسیوطی الشافعی، ص7؛الاشباہ والنظائر لابن نجیم الحنفی، ص14

19۔سرخسی، شمس الدین، المبسوط، بیروت، دار المعرفۃ، 1409ھ، 76/24

20۔بورنو، محمد صدیق بن احمد، الدکتور، موسوعۃ القواعدالفقھیۃ، بیروت، دار ابن حزم، 1421ھ، 398/4

21۔الاشباہ و النظائر للسبکی، 135/1؛الاشباہ و النظائر للسیوطی، 138؛المنثور فی القواعد، 167/2

22۔ زحیلی، محمد مصطفی، الدکتور، القواعد الفقھیہ، دمشق، دار الفکر، طبع اولی، 1427ھ، ص886و721

23۔البقرۃ:173 24۔النساء:43

25۔الاشباہ و النظائر لسبکی، 135/1 26۔ موسوعۃ القواعدالفقھیۃبورنو، 395/4

27۔بخاری، عبد العزیز بن احمد، کشف الاسرار، بیروت، دار الکتاب العربی، ملخص 384383/4

28۔الاشباہ والنظائر للسیوطی، 76 29۔القواعد الکبری، 13/2

30۔الاشباہ والنظائر للسیوطی، 83

31۔مالک، انس بن مالک، المؤطا (کتاب الاقضیۃ)، ملتان۔المکتبۃ الفاروقیہ، س۔ن، ص477

32۔ الاشباہ والنظائر للسیوطی، 86؛ الاشباہ والنظائر لابن نجیم، 96

33۔ الاشباہ والنظائر لسیوطی، 83؛الاشباہ والنظائر لسبکی، 48

34۔ الزرکشی، بدر الدین، المنثور فی القواعد، کویت، وزارۃ الاوقاف و الشؤون، 1420ھ، 123/1

35۔ الاشباہ والنظائر لابن نجیم، 93

36۔ المنثور فی القواعد، 317/2؛الاشباہ والنظائر لسیوطی، ص84؛الاشباہ والنظائر لسبکی، ص94

37۔القواعد الفقھیہ و تطبیقاتھا فی المذاھب الأربعة، ص297 38۔الاشباہ والنظائر لسیوطی، 84

39۔ الاشباہ والنظائر لسیوطی، ص84؛المنثور فی القواعد، 320/2؛الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ص95

40۔المقری، محمد بن محمد بن احمد، القواعد، مکہ المکرمة، مرکز احیاء التراث الاسلامی، س۔ن، 133/1

41۔الاشباہ والنظائر لسیوطی، 159؛المنثور فی القواعد، 230/1 اور 198/3؛القواعد الفقھیہ، ص761

42۔القواعد الفقھیہ و تطبیقاتھا فی المذاھب الأربعة، ص761 43۔المنثور فی القواعد، 227/1

44۔القواعد الفقھیہ و تطبیقاتھا فی المذاھب الأربعة، ص296

45۔الاشباہ والنظائر لسیوطی، ص85؛الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ص95

46۔ القواعد الفقھیہ و تطبیقاتھا فی المذاھب الأربعة، ص917

47۔الاشباہ والنظائر لسیوطی، ص87؛الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ص98

48۔موسوعۃالقواعد الفقھیہ بورنو، 230/1

49۔القواعد الفقھیہ و تطبیقاتھا فی المذاھب الأربعة، ص759

50۔الاشباہ والنظائر لسیوطی، ص87؛الاشباہ والنظائر لسبکی، 105/1؛الاشباہ والنظائر ابن نجیم، ص99

51۔الجامع الصحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ

52۔الاشباہ والنظائر لسیوطی، ص88؛الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ص100

53۔الاشباہ والنظائر لسیوطی، ص88؛المنثور فی القواعد، 25/2

54۔الاشباہ والنظائر لسیوطی، ص122

55۔ترمذی، محمد بن عیسی، سنن جامع الترمذی(ابواب الحدود)لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س۔ن، ص395

56۔المنثور فی القواعد، 139/3